ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۳ رصفر المظفر ۱۴۰۳ھ
۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء
یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ
دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ — حضرت لاہوریؒ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنَ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا وَیُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابی ذرؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے آپؐ نے فرمایا۔ سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے، پھر اجازت چاہتا ہے پھر اسے اجازت دی جاتی ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ یہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو۔ اور اجازت چاہے اور اسے اجازت نہ دی جائے، اور اسے کہا جائے لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے۔ پھر مغرب سے طلوع کرے گا۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول والشمس تجری لمستقرلها کی۔ اس سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُكُمْ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتلا دوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتلائی تحقیق وہ کانا ہوگا۔ اور اپنے ساتھ بہشت اور دوزخ کی مثال لاتے گا جسے وہ بہشت کہے گا وہی دوزخ ہوگا۔ اور تحقیق میں تمہیں ڈراتا ہوں جس طرح نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کا ڈر دلایا تھا۔

عَنْ حُذَیْفَةَ رض عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ وَاِنَّ مَعَهٗ مَاءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهٗ مَاءٌ عَذْبٌ طَیِّبٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَیْنِ عَلَیْهَا ظَفَرَةٌ غَلِیْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ كَافِرٌ یَقْرَاُهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَّغَیْرِ كَاتِبٍ۔

ترجمہ: حذیفہؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم سے روایت کرتے

(باقی ۹ پر)

جلد ۲۸ ● شمارہ ۲۳
جمعۃ المبارک
۱۰ دسمبر ۱۹۸۲ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی

دفاتر

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
ششماہی ——— ۵۰ روپے
سہ ماہی ——— ۲۵ روپے
فی پرچہ دو روپے

جماعتی اکابر کی خدمت میں!

(۳)

چند دن قبل ایک قدیم محسن و مربی از راہ کرم ان سطور کے راقم کی قیام گاہ پر تشریف لاتے جماعتی معاملات میں دوسرے اہل دل کی طرح وہ بھی پریشان تھے ——— دوران گفتگو ایک واقعہ نقل فرمایا کہ:-

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ جب اسارت مالٹا سے واپسی پر تشریف لائے تو دہلی میں حضرت کو ملنے کی غرض سے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالےٰ تشریف لے گئے (حضرت تھانوی، حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ لیکن سیاسی میدان میں استاد و شاگرد کی راہ جدا جدا تھی۔ مولانا تھانوی کے ایک حقیقی بھائی حکومت کے محکمہ داخلہ میں بڑے ذمہ دارانہ عہدے پر فائز تھے، خوف خدا سے عاری بعض لوگوں نے ان کی ترقی و عہدہ کا راز یہ ذکر کیا کہ ان کے بھائی نے حضرت شیخ الہند کی مخبری کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ——— یہ اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ جانشین شیخ الہند شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کو سختی سے اس کی تردید کرنا پڑی) اب حضرت کی واپسی پر جب مرشد تھانوی ملنے گئے تو چند دن دہلی میں مقیم رہے۔ بعض کم حوصلہ حضرات کی خواہش ہوئی کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالےٰ مولانا تھانوی کو تنبیہ کریں، اور انہیں اپنی راہ ترک کرکے یہ راہ اپنانے کی ہدایت کریں۔ شیخ الہند تو صبر و استقامت کا پہاڑ تھے۔ اس قسم کے لوگ انہیں بار بار ایسی باتیں کہتے آخر حضرت الشیخ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور فرمایا کاغذ قلم لاؤ تاکہ میں اپنے موقف ملی سے رجوع کا اعلان کر دوں ——— اور پھر غصہ و ناگواری کے انداز میں فرمایا کہ یہ بھی کوئی اختلاف کا طریقہ ہے؟

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

حضرت الشیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ

ایک صاحب نظر، پختہ کار عالم اور مجاہد بندۂ خدا

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

محترم حضرات و معزز خواتین !

برعظیم کی وسیع و عریض مملکت میں جن بندگانِ خدا کی گرمیٔ نفس سے دعوت اسلام پھیلی اور پھولی اور مسلمانوں کو وقار و عزت نصیب ہوئی ان میں حضرت الشیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ بھی ہیں ـــــ آپ کا وصال ملتان میں آٹھویں صدی کے ابتدائی عشرہ میں ہؤا ـــــ ہمارے یہاں تصوف کے جو چار مشہور سلاسل ہیں یعنی چشتی، نقشبندی، قادری اور سہروردی ان میں سے آپ کا تعلق چوتھے سلسلہ یعنی سہروردی سلسلہ سے تھا۔ اس سلسلہ کے مؤسس حضرت الشیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ تھے۔ مشہور مصلح و حکیم شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالےٰ ان کے مرید تھے اور ان کی مشہور تصنیف "عوارف المعارف" ہے جو سلوک و تصوف میں بڑی اہم گردانی جاتی ہے

حضرت الشیخ بہاء الدین قدس سرہٗ براہ راست شیخ سہروردی رحمہ اللہ تعالےٰ سے مجاز اور ان کے خلیفہ ارشد تھے۔ مورخین نے بالاتفاق یہ بات تسلیم کی ہے کہ برعظیم میں اس سلسلہ کے موسس اعلیٰ حضرت الشیخ زکریا ہی ہیں۔ شیخ زکریا سمیت جملہ اولیاء کرام (جو واقعی معنوں میں اولیاء تھے) علوم آلیہ و عالیہ میں ممتاز حیثیت کے مالک ہوتے تھے اور بغیر علوم شرعیہ میں کامل دستگاہ وہ تصوف و سلوک کی لائن میں قدم رکھنا گناہ تصور کرتے تھے۔ ہمارے دور میں تو یہ حال ہے کہ بے علم و عمل مشائخ و سجادگانِ طریقت (؟) اور ان کے صاحبزادگان اپنے آپ کو سلوک و تصوف کا وارث حقیقی سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات ایسے نہ تھے علوم شرعیہ میں کامل دستگاہ کے بعد وہ کسی صاحب نظر سے استوار کرتے اور پھر منازل سلوک طے کرتے ـــــ بلکہ حضرت سید علی ہجویری لاہوری اور شیخ الاسلام فریدالدین پاک پٹنی نیز شیخ زکریا رحمہم اللہ تعالےٰ جیسے حضرات تو مدتوں باقاعدہ تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ شیخ زکریا حصول علم کے بعد سیاحت میں گئے اور کامل ۵ برس حضور اقدس نبی مکرم علیہ السلام کے شہر و مسجد میں گذار کر اس حبیب کبریا علیہ السلام کے مزار پُر انوار کے جوار میں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد حضرت الشیخ شہاب الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری دی اور محض سترہ دن کے بعد خلافت سے سرفراز ہو گئے۔

قدیم حاضر باش خدام نے شیخ سے شکوہ کیا تو فرمایا کہ تم گیلی لکڑی ہو وہ چوب خشک تھے، بس دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی آگ بھڑک اٹھی۔ قیاس نہیں یقین ہے کہ مسجد نبوی کی پنج سالہ حاضری اور دربار رسولؐ کی مجاورت نے انہیں صاحبِ نظر بنا دیا تھا۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ

ہم نے اپنے محسن و مربی کی زبان سے سنی ہوئی بات کا مفہوم اپنے لفظوں میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور سیاسیات ملیہ میں اپنے آقا و مخدوم حضرت شیخ العالم مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جواب سے جو سبق سیکھا ہے اس کو دہرانے کی غرض سے اور کم حوصلہ و کم ظرف لوگوں کو اعتدال کی راہ سمجھانے کے نقطۂ نظر سے اس کا سہارا لیا ہے۔

آپ حضرت شیخ الہند کے جواب پر غور فرمائیں۔ سالہا سال صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد وہ یہ جواب محض اس لئے دے رہے ہیں کہ لوگوں کو سمجھایا جا سکے کہ اگر کوئی شخص اخلاص و دیانت کے ساتھ قومی معاملات میں آپ کی سوچ کے برعکس کوئی دوسرا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے تو اسے طعن و تشنیع کرنا اور اسے متہم گردانا اور الزام تراشی مناسب نہیں ـــــ ظاہر ہے وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ قومی امور میں ارباب فکر و دانش کی اجتماعی سوچ ہی کوئی راستہ متعین کر سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا مرحلہ آ جائے جہاں سوچ کے دھارے آپس میں مختلف ہو جائیں ـــ تو شریفانہ طریق یہ ہے کہ اپنی اپنی راہ پر چلا جائے اور الزام تراشی سے گریز کیا جائے۔

گذشتہ دنوں لاہور کی ایک دینی درسگاہ جامعہ مدنیہ میں کالعدم جمعیۃ علماء اسلام کے نام پر جو "آئینی و دستوری اجلاس" (؟) بلایا گیا اس کی تفصیلات تو سامنے آ ہی چکی ہیں کہ جماعت کی باقاعدہ اور ذمہ دارانہ قیادت کو الگ کر کے ایسے حضرات پر مشتمل "قیادت ٹیم" منتخب کر لی گئی جن میں سے بہت سے حضرات کو راہ حق میں کانٹے کی چبھن کا صدمہ بھی کبھی برداشت نہیں کرنا پڑا۔ عافیت پسند بزرگوں پر مشتمل یہ ٹیم آئندہ چل کر ایم۔آر۔ڈی سے اپنے "تعلقاتِ محبت" کو کس طرح نبھاتی ہے۔ اور اگر ایم۔آر۔ڈی تحریک چلانے کا اعلان کرتی ہے تو یہ بزرگ ذاتی طور پر کیا رول ادا کرتے ہیں، یہ تو ایسی بات ہے جس کا جواب کل آنے والا دن ہی دے گا لیکن ہم مسلسل محسوس کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کے حاضر باش خدام اپنی مجالس و محافل میں حقیقی قیادت کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر انہیں ان کا ضمیر بھی یقیناً ملامت کرتا ہوگا۔

آج یہ کہنا کہ یہ لوگ حکومت کے بہی خواہ ہیں یا اس سے فوائد حاصل کر رہے ہیں، ایک افسوسناک جسارت ہے ـــــ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کبھی سیاہ کو سفید نہیں کہا اور ماضی میں جماعتی وقار اور جماعتی دستور کی غرض سے جو مصائب انہوں نے جھیلے وہ ہماری ملی تاریخ کا ایک روشن باب ہے ـــــ کرنے والوں نے جو کیا اور جو مصیبت برداشت کی اس کا صلہ بارگاہِ خداوندی سے ملے گا اور ضرور! ـــــ دنیا میں اس کا نہ کوئی صلہ دے سکتا ہے نہ کسی سے فریاد کرنے کی ضرورت ہے ـــــ لیکن یہ کس قدر افسوسناک مقام ہے کہ ساری عمر گوشہ عافیت میں آرام کرنے والوں کے حاضر باش اس قسم کی طعنہ زنی کریں!

ہم تو بہرحال آج کے حالات کو تکوینی معاملات ہی کی روشنی میں دیکھتے ہیں تاہم اپنے رُوٹھے ہوئے بزرگوں سے پھر بھی گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنا گھر بسانے کی غرض سے واپس پلٹ آئیں۔ بڑے لوگ اپنی عظمتوں کے سبب اپنے مؤقف سے رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے ـــــ لیکن اگر قضا و قدر کا یہی فیصلہ ہے تو اپنے خدام کو خیر و بھلائی کا سبق پڑھائیں اور اہانت و تمسخر کے حربوں سے باز رہنے کی تلقین کریں اور اس کے ساتھ ہی ہماری اس گذارش و

(باقی ۹ پر)

پھر آپ نے شیخ گرامی کے حکم سے ملتان قیام فرمایا۔ آپ کی دعوت و تبلیغ اور مدرسانہ خدمات سے ہزاروں نے فائدہ اٹھایا اور بالخصوص سندھ و ملتان اور لاہور کے علاقوں میں بکثرت غیر مسلم مسلمان ہوتے ——— ملتان سے پاک پتن قریب تھا وہاں حضرت شیخ الاسلام فریدالدین اجودھنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مدرسہ و خانقاہ عروج پر تھے ——— شیخ سے آپ کی دوستی گہری تھی آپ نے ایک مرتبہ شیخ کو لکھا ——— "میان ما و شما عشق بازی است"۔ جواب میں حضرت شیخ الاسلام نے لکھا۔ "میان ما و شما عشق است بازی نیست"

آپ کے زمانہ میں ملتان کا گورنر ناصرالدین قباچہ تھا۔ اس نے مرکزی حکومت کے خلاف جب سازش و بغاوت کا پروگرام بنایا تو آپ کھل کر مقابلے میں آ گئے اور اس پر واضح کر دیا کہ تمہاری اس حرکت سے اللہ کی مخلوق کا خون بہے گا اور مملکت تباہ ہو جائے گی۔ آپ نے مرکزی حکومت کے نیک دل حکمرانوں کو صورت حال سے مطلع کر دیا ——— ناصرالدین قباچہ نے آپ کو نیچا دکھانا چاہا لیکن ناکام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مخلص و مجاہد بندہ کی لاج رکھی۔ منگولوں نے جب ملتان کو غارت کرنا چاہا تو ان بندگان دراہم و دنانیر کو ایک لاکھ درہم دے کر چلتا کیا اور شہر کی غریب آبادی کو ان کے ظلم و ستم سے بچا لیا۔

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سہروردی سلسلہ کے یہ بزرگ احکام شرعیہ کی تعمیل میں بہت زیادہ محتاط تھے اور سماع وغیرہ کے معاملات میں سخت احتیاط برتتے ——— گویا ان کی زندگیاں تقویٰ و صلاح، اصلاح بین الناس اور جہاد کے ارد گرد گھومتی تھیں ——— ان کے لڑکے شیخ صدرالدین عارف اور پوتے شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمہما اللہ تعالیٰ بھی بڑے صاحب درد و صاحب دل بزرگ تھے۔ جنہوں نے اپنے بزرگ اکبر کی طرح بڑی خدمات سرانجام دیں۔

ان بزرگان سلف کی زندگیاں تعمیل احکام شرعیہ اور خدمت خلق کا جیتا جاگتا نمونہ تھیں۔ ان کی نسبت و نام سے آج کے معاشرہ نے ہر برائی کو پروان چڑھایا جو ان حضرات پر تہمت عظیم ہے اور وہ یقیناً صبح قیامت اس تہمت و زیادتی کا مقدمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں گے جس کا جواب یہ خود غلط سرکاری و غیر سرکاری مجاوروں کے پاس نہ ہوگا جنہوں نے ان کے مزارات کو فسق و فجور کا اڈہ بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان اعاظم رجال پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی دینی محنتوں کو قبول فرما کر ہمیں بھی توفیق سے نوازے۔

بقیہ : اخلاقیات

کے اندر چار قوتیں خیال کرتے ہیں۔ یعنی شہوہ، غضبہ، شیطانیہ اور ربانیہ[۵] ان میں سے اول الذکر ۳ قویٰ کا تعلق بہیمیت اور آخر الذکر ایک کا تعلق ملکیت سے ہے۔ اسی طرح اشراقی فلاسفہ بھی انسان کے اندر ان رجحانات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور بہیمیت کے مکمل خاتمہ پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن شاہ ولی اللہ بہیمیت کے خاتمہ پر نہیں کمزور کرنے پر زور دیتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی فلسفیوں کے یہاں رجحانات کا موضوع یونانی فلاسفہ کے اثر کے تحت آیا ہے۔ ارسطو، انسان میں دو قسم کے رجحانات تسلیم کرتا ہے یعنی (۱) حیوانی اور (۲) عقلی رجحانات مسلم فلاسفہ عقلی رجحانات پر نہیں ملکی رجحانات پر زور دیتے ہیں جو اول الذکر سے قدسیت کے سبب مختلف ہے۔ لہٰذا اسلامی فلسفیوں نے قطعی طور پر یونانی تقلید نہیں کی بلکہ مذہبی روشنی کے مطابق انسان کے اندرون کا نورانی جزو تلاش کیا۔ شاہ ولی اللہ اس نورانی جزو کو انسان کی فطرت سمجھتے ہیں اور اس کے حاوی ہونے کو ہی صحیح اخلاق سمجھتے ہیں۔ الحاصل شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات اسلامی اور متصوفانہ ہے۔

---

[۵] UMATUDDUI, M., 7HL ETHICAL DHIOSCPHY OF ALGHAZZALI ALGASB 1962 P. 62

خطبہ جمعہ — ضبط و ترتیب : علوی

اچھا انسان کون ہے؟

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ - صدق اللہ العلی العظیم۔

بزرگان محترم! برادران عزیز!

سورۂ ذاریات کے تیسرے رکوع کی جو آیت کریمہ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ یہ بہت مشہور آیت ہے اور حضرات علماء و مبلغین اور واعظین اپنی تقاریر و خطبات اور مواعظ میں اکثر اس کا ذکر کرتے اور اس کی ترجمانی و تشریح کی طرف خلق خدا کو متوجہ کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز بلاشبہ اپنے دور کے حکیم، مصلح اور صحیح معنوں میں نائب رسول اور وارث علوم نبوت تھے۔ آپ کے مواعظ میں دور حاضر کی لفاظی اور الفاظ کی میناکاری نہ ہوتی تھی سیدھے سادے الفاظ اور موٹی موٹی باتیں، لیکن ہر بات دل سے نکلتی اس لئے اثر کرتی ——— ع

"ہر چہ از دل می خیزد بر دل می ریزد"

حضرت کا ایک وعظ

ان کے ایک مطبوعہ وعظ کا عنوان ہے "کون سا انسان سوہنا ہے"، اس کی تلخیص آج پیش خدمت ہے کیونکہ ہم تو محض ان بزرگوں کے خوشہ چین ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ان بندگان خدا نے اصلاح خلق کے لئے جو کچھ کیا اسی کے مذاکرہ و تکرار میں ہمارے لئے خیر اور بھلائی کا سامان ہے۔

لفظی بحث

حسن اور قبح دو ایسے عربی لفظ ہیں جو ہماری بولی ٹھولی میں بالعموم استعمال ہوتے ہیں، ان کے معانی سے عام اردو دان حضرات واقف ہیں کہ حسن کا معنی خوبصورتی ہے تو قبح کا معنی بدصورتی ——— حسین و قبیح انہی الفاظ سے نکلے ہیں جن کے معانی خوبصورت اور بدصورت ہیں۔

ضابطہ اور اصول

صانع اور کاریگر جس چیز کو جس مقصد کے لئے بناتا ہے اگر وہ اس ڈیوٹی کے سرانجام دینے میں کام آئے تو سبحان اللہ، ورنہ اسے کون پوچھے گا؟ محض ظاہری حسن تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔ حسن تو باطنی خوبصورتی اور سیرت کا مطلوب ہے۔ اگر ایک بہت فربہ قسم کی بھینس ہو لیکن کسی وجہ سے دودھ دینا بند کر دے تو کوئی زمیندار یا کاشتکار اسے گھر کے دروازے پر باندھ کر نہیں رکھے گا اس کا ٹھکانہ بوچڑ خانہ ہوگا جہاں وہ قصاب کی چھری تلے جان دے دے گی۔ اسی ضابطہ کے مطابق انسان کو محسوس کرنا چاہئے کہ وہ کسی کی مخلوق ہے۔ اس کا کوئی خالق اور صانع ہے اور ظاہر ہے کہ وہ صانع اور خالق صرف اللہ رب العزت ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے وہ بھی مانتے تھے جنہوں نے انگشت معبود

رکھے تھے۔ وہ صانع اور خالق سبھی کو پیدا کرنے والا ہے ـــــ اور سورۂ آل عمران کے آخر میں ہے کہ "اس نے کوئی عبث و بیکار چیز پیدا نہیں کی، ہر چیز کی پیدائش کا کوئی مقصد ہے ـــــ تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کا بھی کوئی تو مقصدِ تخلیق ہے۔ سو اس کا مقصدِ تخلیق خود اللہ رب العزت نے جو خالق ہے' متعین فرما دیا۔

انسان کیوں بنایا گیا؟

اسی کا ذکر اس آیت میں ہے جو آپ نے سماعت فرمائی۔ ارشاد ربانی کا ترجمہ ہے :۔

"اور میں نے جنّ اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے" ـــــ

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

سچ پوچھیں تو کسی عارف نے اس فارسی شعر میں اسی آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ اور ہم نے عرض کیا کہ ہر چیز کے حسن و قبح کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے مقصد کو کس حد تک پورا کرتی ہے۔

بندگی کے لئے لائحہ عمل

جب یہ طے ہو گیا کہ انسان کا مقصدِ زندگی بندگی و عبادت ہے تو اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ عبادت ہو کیسے؟ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم یہ ہے کہ اس نے اپنے فضل بے پایاں سے اس معاملہ میں بھی ہمیں تہی دامن نہیں رکھا اور یہ کہنے کا موقعہ فراہم نہیں کیا کہ عبادت کریں تو کیسے؟ بتوں کی پوجا سے لے کر قبر کی پوجا تک کرنے والے لوگ اپنے ان اعمال شنیعہ کو پوجا اور بندگی ہی تو کہتے ہیں! اگر اس معاملہ میں واضح رہنمائی نہ ہوتی تو ہر ایک مطمئن ہوتا اور دنیا سے حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی۔ سو اللہ نے قرآن مجید نازل کیا جو بندگی کا پروگرام بتلاتا ہے اور حضرت نبی کریم علیہ السلام جن پر قرآن نازل ہوا وہ اس کا عملی نمونہ ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں بحمداللہ محفوظ ہیں اور یہ محض عقیدتمندی کی بات نہیں، حقیقت کی بات ہے۔ ۱۴ سو سال گذرے قرآن کا ایک ایک شوشہ محفوظ ہے۔ اور سیرتِ سرور دو عالم علیہ السلام کا کوئی گوشہ نہیں جو غیر محفوظ ہو اور تمام پیغمبروں کا احترام کرنے کے باوصف جو بہت ضروری ہے ورنہ آدمی مسلمان نہیں رہتا ـــــ یہ کہنا پڑتا ہے کہ سیرت و اسوہ اگر محفوظ ہے تو صرف دنیا کے اس قائدِ اعظم کا جو آمنہ کی گود میں پلے اور جن کے سر پر انسانیت کی قیادت کا تاج سجایا گیا ـــــ اس نبی محتشم اور رسول محترم کی زندگی کا ایک ایک گوشہ محفوظ ہے اور زندگی کے ہر دائرہ میں اس کی مکمل اور بھرپور رہنمائی موجود ہے اگر کوئی امتی تختِ شاہی پر ہے تو اسے نمونہ کے لئے مایوسی نہ ہو گی۔ اگر کوئی راعی ہے تو اس کے لئے اسوہ ہے، خطیب ہے' امام ہے' مقتدی ہے، شیخ طریقت ہے، سب ادھر کا رُخ کریں اور بتلائیں کہ کیا کمی ہے؟ اگر کوئی کمی کی بات کرتا ہے تو اسے امتی ہونے کا دعوٰے کرنے کا حق نہیں۔ حتیٰ کہ تاجر ہے، مزدور ہے۔ وہ اس ذات کو دیکھے۔ لشکرِ اسلامی کا جرنیل ہے تو بدر کا میدان موجود ہے، فاتح ہے تو مکہ کا فاتح سامنے ہے۔ ہزیمت کی بات ہے تو احُد کا زخم خوردہ موجود ہے، شادی بیاہ کی بات ہے تو خدیجہ و عائشہ سلام اللہ تعالےٰ علیہما و رضوانہ سے نکاح کرنے والا سامنے ہے۔ اپنی صاحبزادیوں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے عقد جناب ابو العاص' جناب عثمان، اور جناب علی علیہم الرضوان سے کرنے والا سامنے ہے۔ موت اور پریشانی کی بات ہے تو اپنے غمگسار اہلیہ کا جنازہ اٹھانے والا اپنی تینوں بچیوں اور چار بچوں سمیت سینکڑوں فدائیوں کی تدفین کرنے والا موجود ہے۔

شام و بصریٰ کے بازاروں میں اس نے تجارت کی، مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ کیا۔ نجران کے عیسائیوں سے مذہبی گفتگو کی۔ کل کے دشمنوں قریش مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر مصالحت کی۔

الغرض سونے جاگنے، ہنسنے، بولنے، سر میں تیل ڈالنے اور آنکھوں میں سرمہ لگانے حتیٰ کہ قضا حاجت تک سے متعلق ہدایات دے کر خدا کی بات پوری کر دی اور "اسوہ حسنہ" کے خدائی فرمان کو سچا کر دکھایا۔ اسے تو سچا کر دکھانا ہی تھا کہ وہ خلاقِ اعظم کا آخری اور سچا نمائندہ تھا وہ اپنے مالک کی مرضی کے برعکس ایک قدم نہ اٹھا سکتا تھا ـــــ اور

صحابہ کا کردار

پھر سلام ہو صحابہ پر' ان کے جوش عمل، قوت حفظ اور جذبہ ایثار کا کیا ٹھکانہ کہ انہوں نے محبوب کی ایک ایک ادا محفوظ کر ڈالی اور نبی کی بیویوں نے اندرونی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے عزیز صحابیوں نے ذریعہ قوم و امت کو بتلا دیا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں فلاں معاملہ میں رہنمائی نہیں ملی۔ اور جب رہنمائی کا عمل پورا ہو گیا تو اس ہادی برحق نے حجۃ الوداع میں فرما دیا:۔

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں کتاب اللہ (قرآن مجید) اور اس کے رسول کی سنت۔

(موطا۔ ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

اور اس کے بعد وہ جلد ہی دنیا سے رخصت ہو گئے کہ ڈیوٹی پوری ہو گئی ـــــ اب ہمارا کام ہے کہ اپنا مقصد پہچانیں۔ اور مقصد کی تکمیل اس طرح کریں۔ جس طرح خدا کے نمائندہ اعظم علیہ السلام نے کر کے دکھلائی۔ کہ اس کے بغیر سارا معاملہ عبث و بیکار ہے۔ اور زندگی شرمندگی کا مصداق۔ ظاہرداری کے فکر سے نکل کر قلبی حسن حاصل کرنے کی سعی کریں تاکہ ہم آپ اچھے اور سوہنے انسان شمار ہو سکیں۔

اللّٰھم ارنا الحقّ حقًّا وارزقنا اتباعہ۔

بقیہ : اداریہ

درخواست کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں کہ جب "تحریک کا کاروبار" چلے تو کارکنوں کے "مشقِ ستم" بننے سے پہلے آپ خود اس راہِ عمل میں کود یں کہ ارباب عزیمت" کا یہی شیوہ ہے ـــــ آئندہ شمارہ میں ہم کوشش کریں گے کہ اپنے مخلص و عزیز ترین ساتھیوں اور جماعتی کارکنوں سے کچھ گفتگو کریں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کی خطاؤں سے درگذر فرما کر اپنی رضا کے راستہ پر چلائے۔ آمین

علی
30/11/1982

بقیہ : احادیث الرسولؐ

ہیں آپؐ نے فرمایا دجّال نکلے گا اور اس کے ساتھ ایک پانی اور آگ ہو گی۔ جسے لوگ پانی خیال کریں گے وہ آگ ہے جو جلا دے گی اور جسے لوگ آگ خیال کرتے ہیں وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہے۔ تم میں سے جو شخص دجّال کے روبرو جائے تو اس میں پڑے جسے آگ خیال کرتا ہے کیونکہ وہ میٹھا اور ستھرا پانی ہو گا۔ مسلم نے یہ لفظ زیادہ کیا ہے اور تحقیق ایک آنکھ دجال کی مٹی ہوئی ہو گی۔ ایک آنکھ پر ناخنہ ہو گا یعنی گوشت موٹا سا۔ اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہو گا ہر مومن اس کو پڑھ لے گا۔ لکھنے والا ہو اور نہ لکھنے والا۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

تزکیۂ نفس کی مشروعیت، ضرورت، اہمیت اور افادیت

۱۔ دعائے ابراہیمی:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ط (۲-۱۲۹)

"بھیج ان کے درمیان ایک رسول انہی میں سے جو تیری آیات انہیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور علم (حکمت) سکھائے اور انہیں پاک کرے۔" (ترجمہ مجدد دہلویؒ)

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ج (۳-۱۶۴)

"بے شک بڑا احسان کیا اللہ نے مومنوں پر جب بھیجا ان میں انہی میں سے ایک رسول جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں علم اور حکمت سکھاتا ہے۔"

۳۔ ان آیتوں سے بعثت کی غایت واضح ہو گئی یعنی تلاوتِ آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔

۴۔ حضرت ابراہیمؑ نے تزکیہ کو آخر میں رکھا تھا۔ یعنی پہلے تعلیم کتاب و حکمت پھر تزکیۂ نفس۔ مگر اللہ نے اس میں یہ تبدیلی کر دی کہ پہلے تزکیہ پھر تعلیم کتاب و حکمت۔

اس میں مصلحت (کما افھم) یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کی اصلاح فرما دی ( ) حضرت ابراہیمؑ کا خیال یہ تھا کہ علم کتاب اور حکمت حاصل ہو جائے تو تزکیہ میں سہولت حاصل ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں، تمہارا خیال صحیح نہیں ہے، ہم چونکہ خالقِ فطرتِ انسانی ہیں اس لئے ہم تم سے بہتر جانتے ہیں کہ جب تک تزکیہ نہ ہو، علم کتاب اور حکمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ یعنی علم کتاب اور حکمت موقوف ہے تزکیۂ نفس پر۔

۵۔ چنانچہ تاریخ نزول سورۃ کی رُو سے پہلی وحی، سورۂ علق پہلی پانچ آیات پھر دوسری وحی والضحیٰ اور الم نشرح، تیسری وحی سورۂ مدثر کی پہلی سات آیات اور چوتھی وحی سورۂ مزمل کی گیارہ آیات ہیں۔

۶۔ سورۂ مدثر کی آیات میں مستقل پروگرام عطا کیا گیا ہے جس پر ساری عمر عمل کرنا ہے لیکن مزمل کا پروگرام ایسا ہے کہ اس میں بعض احکام دوامی ہیں اور بعض عارضی ہیں مثلاً:

۱۔ وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا

۲۔ وَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ

۳۔ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا

۴۔ ذَرۡنِیۡ وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ ط

یہ احکام عارضی ہیں مثلاً دنیا اور دنیا والوں سے تبتل (قطع تعلق) اُسی وقت تک اختیار کرو جب تک تزکیہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچے اسی پر بقیہ احکام کو قیاس کر لو۔

اس میرے دعوے پر دلیل یہ ہے کہ مدنی زندگی میں مسلمانوں نے قطعاً تبتل اختیار نہیں کیا۔ شادیاں بھی کیں اور تجارت بھی اور جہاد بھی کیا اور کفار کو دندان شکن جوابات بھی دئے اور مکذبین کو قتل بھی کیا۔

سورۂ مدثر کے احکام یہ ہیں:

۱۔ انذار ۲۔ تکبیر رب ۳۔ تطہیر ثیاب (اس میں شخصیت کا باطنی پہلو بھی شامل ہے)

۴۔ اجتناب (ہجرت) از رجز (پلیدی ظاہری و باطنی)

۵۔ توقع حصولِ فوائدِ مادی از دیگراں۔

۶۔ صبر و استقامت علی الدین۔

یہ سب احکام دوامی ہیں ہر مسلمان کا دینی فرض ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے ان احکام ستہ پر حتی الوسع عمل کرتا رہے۔

۱۔ يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ

۲۔ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ

۳۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ

۴۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرۡ

۵۔ وَالرُّجۡزَ فَاهۡجُرۡ

۶۔ وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ

۷۔ وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ

1- deliver Thy warning

2- Magnify Thy Lord

3- Keep Thy garment free fewn Stain

4- I shun all obemina, Tion.

5- Nor in giving away inscrease.

6- Be constant a patient for thy Lords comse.

سورۂ مزمل کے احکام (اور ان میں بعض عارضی ہیں بعض دوامی ہیں)

۱۔ قیامِ لیل۔ دوامی

۲۔ ترتیلِ قرآن۔ دوامی

۳۔ ذکرِ اسمِ رب۔ دوامی

۴۔ تبتُّل۔ عارضی

۵۔ کارساز ساختن اللہ تعالیٰ را (وکیلش ساختن) دوامی

۶۔ صبر۔ عارضی

۷۔ ہجرت۔ عارضی

۸۔ عدم اعتنا از مکذبین۔ عارضی

۹۔ مہلت دادن ایشاں را۔ عارضی

یعنی ان میں سے پانچ احکام عارضی ہیں چار احکام دوامی ہیں (فافہم وتدبّر)

اب تعمیرِ سیرت اور تکمیلِ شخصیتِ انسانی کے سلسلے میں سب سے زیادہ بنیادی، اصلی اور اہم سوال یہ ہے کہ انسان اپنے نفس آمارہ پر کیسے قابو حاصل کرے؟ وہ اس دشمن کو اپنا غلام یعنی مطیع کیسے بنائے؟

کیا مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں کہ نفس تو ہر وقت اپنی ہر حالت میں بُرائی کا حکم دیتا رہتا ہے یہ اس کی سرشت اور طینت میں داخل ہے اور سرشت کبھی نہیں بدل سکتی[1]۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے مگر سرشت اپنے طبعی اور فکری تقاضوں سے جدا نہیں ہو سکتی۔ بُرائی اس کی یعنی نفس کی ذات میں داخل ہے جس طرح تلخی، حنظل کی ذات میں اور حلاوت گڑ یا شکر کی ذات میں اور ڈنک مارنا بچھو کی ذات میں اور خونخواری شیر کی ذات میں داخل ہے۔ حیوانات پر شفیق شیر آج تک پیدا نہیں ہوا۔ پیاس بجھانے والی آگ آج تک پیدا نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے کیونکہ قلب ماہیت تو محالِ عادی ہے (ٹھنڈی آگ، اور میٹھی اندرائن تو اجتماع ضدین ہے)

حضرت یوسفؑ کا قول ہے جسے قرآن نے نقل کیا:

وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ج اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ط اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ط (۱۲-۵۳)[2]

تو اس ابولہب کو صدیق اکبرؓ کیسے بنایا جائے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسی طریقِ عمل یا انقلاب کا نام "اصطلاحِ باطن" یا تزکیۂ نفسِ امارہ ہے۔

اگر ہم صحابہؓ کی سیرت کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جس بات نے ان کی

---

[1] منطقی زبان میں یوں کہتے ہیں کہ ذاتِ شی اور ذاتیاتِ شی میں تخلّلِ جاعل ممتنع ہے۔

[2] اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو۔ بے شک جی تو سکھاتا ہے بُرائی۔ مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا ہے اور مہربان (ہے)"

یعنی حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ گناہوں سے پاک رہنے میں، اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کر سکتا (کیونکہ نفس تو ہر وقت بُرائی کا حکم دیتا رہتا ہے) یہ محض کی رحمت اور اعانت ہے جو کسی انسان کو بُرائی سے روک سکتی ہے اور یہی رحمتِ خصوصی عصمتِ انبیاء کی ضامن ہے۔ لہٰذا توفیقِ ایزدی نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوسِ بشریہ کی طرح "آمارہ" ہوتا۔

نوٹ: امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن کثیرؒ اور ابوحیان نے اسے زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ بہر حال مطلب ایک ہی ہے یعنی دونوں نے اپنی بشری کمزوری کا اعتراف کیا ہے۔

کایا پلٹ دی وہ صحبتِ رسولؐ تھی یعنی تزکیہ نفس تمام تر صحبت پر موقوف ہے۔

~ دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دیں از نظر
دل ز دیں سرمایۂ جمعیت است
دیں ہمہ از معجزات صحبت است (اقبال)

بے شک ان کا تزکیہ رسولؐ نے کیا مگر کیسے؟ بذریعۂ صحبت، اس کی وجہ یہ ہے کہ قانونِ ایزدی یہی ہے کہ فن ہمیشہ صاحبِ فن کی صحبت اختیار کرنے سے آتا ہے۔ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر آپ گانا سیکھنا چاہتے ہیں تو گویّے کی صحبت اختیار کر لیجیے۔ اور کوٹ سینا چاہتے ہیں تو درزی کی۔ اور میز بنانی چاہتے ہیں تو نجار کی۔

تزکیہ بھی تو ایک فن ہے لہٰذا صاحبِ فن کی صحبت ناگزیر ہے۔ مشہور مقولہ ہے اَلصُّحْبَةُ مُؤَثِّرَةٌ (صحبت انسان میں اثر کرتی ہے)

~ جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

گندھی تلوں کو جس قسم کے پھولوں میں بسا دیتا ہے اسی قسم کے پھولوں کی خوشبو اُن تلوں میں سرائیت کر جاتی ہے۔ یہ ہر شخص کا تجربہ ہے۔

مقصودِ حیات تو استرضاءِ باری تعالیٰ ہے تو وہ کیسے راضی ہو؟ ایک ہی صورت ہے کہ اسے محبوب بنایا جائے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

انبیا کی بعثت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ وہ بندوں کے قلوب میں اللہ کی محبت استوار کر دیں۔ قیامِ حکومتِ الٰہیہ مقصدِ ثانوی ہے۔[1]

قرآن پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق مع اللہ عبودیت اور بندگی اور عبادات، بندے سے اس طرح مطلوب ہیں کہ انہی کے متعلق قیامت میں سوال ہوگا اور ان کا ترک، موجبِ وبال و نکال ہوگا۔

مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ؟ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ (۷۴-۴۲)

یعنی وہ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے دنیا میں سیاسی انقلاب برپا نہیں کیا تھا یا حکومت الٰہیہ قائم نہیں کی تھی یا اس کے قیام کے لئے سعی نہیں کی تھی۔ یا ہم نے عسکری نظام قائم نہیں کیا تھا۔

قرآن سے ثابت ہے کہ عبادات و ارکانِ دین، دین کے پورے نظام میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، جن پر مواخذہ ہوگا۔ باقی چیزیں مثلاً قیامِ حکومتِ الٰہیہ، وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یاد رکھو! تمام باتیں وسائل ہیں۔

---

[1] ہمارے زمانے میں مشرقی، مودودی اور پرویز، تینوں سے دین کو سمجھنے اور سمجھانے میں غلطی ہو گئی اور چونکہ تینوں متکبر تھے۔ اس لئے اپنی اصلاح نہ کر سکے۔

مشرقی : دین، اصلاً ایک عسکری نظام ہے
مودودی : " " سیاسی "
پرویز : " " معاشی "

حالانکہ دین اصلاً اللہ کو راضی کرنے کا دستور العمل ہے۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ط (سورۂ فجر ۸۹ آیت ۲۷-۲۹)

"اے نفس آرام گیرندہ باز گرد بسوے ربِ خویش۔ تو خوشنود از و، و او نیز خوشنود از تو۔ پس داخل شو بزمرۂ بندگانِ خاص من و داخل شو در جنتِ من"

....

مقصد استرضاءِ باری تعالیٰ ہے۔ عبادت کی حیثیت قیامِ حکومت کے وسائل کی نہیں ہے۔ بلکہ اعمالِ مقصودہ کی ہے۔ اگر وہ کسی شے کے حصول کے وسائل یا ذرائع کہے جا سکتے ہیں تو صرف رضاءِ الٰہی اور قربِ ایزدی کے۔

واضح ہو کہ اللہ کی ہستی کا یقین اور محبت ہی وہ شہپر ہیں جن سے جہاد کا شہباز پرواز کرتا ہے۔ مرغوباتِ نفسانی، عادات و مالوفات، مصالحِ دنیوی اور ذاتی اغراض کی پستی سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس میں کسی حقیقت کے یقین اور کسی مقصد کے عشق نے بجلیوں کی سی بے تابی پیدا کر دی ہو۔[1]

تاریخِ اسلام میں جن لوگوں نے سرفروشی کا مظاہرہ کیا وہ سب وہ تھے جنہوں نے تزکیۂ نفس کر لیا تھا۔ اور اس غرض سے کسی شیخ یا مرشد کی صحبت اختیار کی تھی۔

اقامتِ دین کی ایک مثال بھی نہیں ہے جو کسی ایسی شخصیت کے ہاتھوں انجام پائی ہو جو تصوف سے ناآشنا اور صحبت کی افادیت کی منکر ہو۔

۱۔ الجزائر کے مجاہدِ اعظم امیر عبدالقادر
۲۔ سوڈان میں مہدی سوڈانی (محمد احمد)
۳۔ طرابلس کے مجاہدِ اعظم احمد شریف السنوسی۔
۴۔ طاغستان کے مجاہدِ اعظم شیخ شامل نقشبندی۔
۵۔ تحریک اخوان المسلمین (مصر) کے بانی شیخ حسن البنّا۔
۶۔ ہندوستان میں ملاعنۂ فرنگ کے معتوب اعظم مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی۔
۷۔ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی (ہیرو ۱۸۵۷ء)
۸۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری
۹۔ مولوی لیاقت علی الہ آبادی
۱۰۔ حضرت حافظ محمد ضامن شہید (شاملی)
۱۱۔ مولانا عبدالکافی مراد آبادیؒ
۱۲۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے مرید۔
۱۳۔ مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ
۱۴۔ برطانوی حکومت کے حریفِ اعظم حضرت شیخ الہند اور ان کے جانشین حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔
۱۵۔ سرحد کے حاجی ترنگ زئی اور
۱۶۔ مولوی سیف الرحمٰن ٹونکی
۱۷۔ مرشدی مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور ان کے مرشد (۱۸) مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ
۱۹۔ حافظ محمد صدیق بھرچونڈیؒ

یہ سب حضرات تصوف کے علمبردار اور داخلِ سلسلہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ تھے۔[2]

باز آمدم بر سرِ مطلب، اصلی بنیادی سوال یہ ہے کہ دنیا کے بجائے اللہ کو محبوب و مطلوب و مقصود کیسے بنایا جائے؟

۱۔ مقصدِ حیات اللہ کو راضی کرنا ہے۔
۲۔ اللہ اُس وقت راضی ہوگا جب اُس کی اطاعت کی جائے۔
۳۔ اس کی اطاعت اُس وقت ہو سکتی ہے جب اس کے دشمن کو پامال اور مغلوب کیا جائے۔ یعنی نفس امّارہ کو۔
۴۔ نفس کیسے مغلوب ہو؟
۵۔ تزکیہ سے۔

---

[1] ہستئ باری کا یقین اور اُس سے محبت کے ساتھ اگر انسان اپنے اندر صدق کی صفت بھی پیدا کر لے، تو وہ ولی اللہ ہو جائے گا۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ الخ

اسی لئے ارشاد باری ہے: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یعنی سچوں کی صحبت اختیار کر لو (تاکہ تمہارے اندر بھی سچائی پیدا ہو سکے) سچائی کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ تُلسی داس جی فرماتے ہیں:

~ سانچ برو بر تپ نہیں اور جھوٹ برو بر پاپ — جا کے ہِردے سانچ ہے، تا کے ہِردے آپ (یعنی ایشور)

(تپ بمعنی مجاہدہ)

[2] میں نے یہ چند اسماء بطور ثبوت لکھے ہیں ورنہ ہماری تاریخ میں سنو سے اوپر نام مل سکتے ہیں۔

۶۔ تزکیہ کیسے ہو؟

۷۔ طبیبِ روحانی کے نسخۂ کیمیا پر عمل کرنے سے۔

اصطلاح میں اسی کو صحبتِ شیخ یا تعلق اصلاح کہتے ہیں اس کے بغیر کوئی شخص خود اپنا تزکیہ نہیں کر سکتا۔ جس طرح کوئی مریض خود اپنا علاج نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ جب کوئی طبیب بیمار ہوتا ہے تو وہ خود اپنا علاج نہیں کیا کرتا۔ کسی صحت مند طبیب سے رجوع کرتا ہے۔

۱۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا تزکیہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

۲۔ آنحضرتؐ کا تزکیہ حضرت جبریلؑ نے کیا (سینے سے تین مرتبہ لگایا تھا)

۳۔ اور جبریلؑ کا تزکیہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔[1]

مریض اپنا علاج خود نہیں کر سکتا معالجہ ایک فن ہے اور اس کے لئے معالج درکار ہے۔ روحانی معالج کو مرشد کہتے ہیں۔

میں مانتا ہوں کہ پنجاب میں نقلی مشائخ یا پیروں کی اکثریت ہے۔ اسی لئے اقبال نے یہ کہا تھا:

؎ قم باذن اللہ کہہ سکتے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

مگر اصلی پیر بھی تو موجود ہیں۔ آپ میری طرح نقلی پیروں پر لعنت بھیجیں۔ اور اصلی پیروں کی صحبت اختیار کریں کیونکہ:

؎ نفس نتواں کشت الاظلّ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

؎ گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی
چوں بصاحب دل رسی، گوہر شوی

؎ بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت ولنشد آگاہِ عشق

میرے مرشد حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے چالیس سال تک یہی تلقین فرمائی کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو تاکہ اللہ سے تعلق استوار ہو سکے۔

"جب اللہ سے تعلق استوار نہ ہوگا، تمہارے دل میں اسے راضی کرنے کا داعیہ ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔"

نیز فرمایا:

"اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ٹکے ہوتے ہیں جو بادشاہوں کے تاج میں بھی نہیں ہوتے۔"

(قول حضرت لاہوریؒ)

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس اُن کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے
تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں

اقبال ۱۹۰۶ء

مقامِ شوق جز صدق و یقیں نیست
یقیں جز صحبتِ روح الامیں نیست
گر از صدق و یقیں داری نصیبے
قدم بیباک نہ، کس در کمیں نیست

غور کیا آپ نے؟ اقبال نے ساری عمر مسلمانوں کو یہی مشورہ دیا کہ صحبتِ مردانِ حق اختیار کرو۔

۱۔ اللہ کو اس وقت راضی کرو گے جب اُس کی ہستی کا یقین دل میں راسخ ہو جائے گا۔

؎ اے سرت گردم گریز از ما چو تیر
دامنِ او گیر الخ

؎ می نروید تخم دل از آب و گِل
بے نگاہے الخ

؎ کشتنِ ابلیس کارے مشکل است
زانکہ او گم اندر اعماق دل است
خوشتر آں باشد مسلمانش کنی
کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی

(جاوید نامہ)

۲۔ یہ یقین تو صحبتِ روح الامین کی بدولت ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

۳۔ لہٰذا "روح الامین" کی صحبت اختیار کرو۔

خلاصۂ کلام اینکہ اللہ تک پہنچنے کے لئے روح الامین یعنی اللہ والوں کی صحبت ناگزیر ہے۔ تزکیۂ نفس اسی صحبتِ شیخ پر موقوف ہے اور کوئی صورت نہیں ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

برحمتك یا رب العالمین

[1] پس اسی طرح ہر مدعیٔ اصلاح کو اپنا سلسلہ حضورؐ تک پہنچانا چاہیئے۔ مثلاً مودودی صاحب نے بیعت لی تھی تو سوال یہ ہے کہ انہوں نے خود کس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ یعنی انہیں کس نے مجازِ اخذ بیعت بنایا تھا؟

ڈاکٹر تصدق حسین

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اخلاقیات

ان اعمال کو اختیار کرنے کے لئے بہیمیت کے قطعی خاتمہ کی تلقین نہیں کرتے وہ اس کو کمزور کرنے اور قابو میں رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ اشراقی فلسفیوں سے متفق نہیں جو بہیمیت کے قطعی خاتمہ میں یقین رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا خیال نفسیاتی اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔ انسانی کمزوریاں جن کا بہیمیت سے تعلق ہوتا ہے ختم نہیں ہو سکتیں، قابو میں رکھی جا سکتی ہیں۔ یہی بہیمیت پر نگہداشت ملکی قوت کے ذریعہ ہی رکھی جا سکتی۔ اس کے لیے ملکی قویٰ کی تربیت کی ضرورت ہے۔[1]

ملکی قویٰ کے حاوی ہونے کی صورت میں انسان قدسی امور کی طرف مائل ہوگا اور وہ اعمال کرے گا جن سے ان امور کی تکمیل میں مدد ملتی ہے اس طرح وہ حقیقی سعادت کا حامل ہوگا۔ شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں سعادت کسی عمل کو اتفاقیہ طور پر کرنا نہیں بلکہ اس کا عادی ہونا ہے نیز یہ کہ اس عمل کا تعلق قدسی امور سے ہونا چاہیئے۔ بہیمیت کے کمزور ہونے کے بعد وہ ان اعمال کی طرف راغب ہوتا ہے اور پھر ان کا عادی ہو جاتا ہے۔ عادت کے سبب اس کے اندر چار بنیادی نیکیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو طہارت عجز، سماحت اور عدالت ہیں۔[2]

طہارت کا تعلق صفائی سے ہوتا ہے۔ صفائی دو سطحوں پر ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اور دوسری قلبی۔ جسمانی صفائی کے لئے سالک غسل کرتا ہے، طرح طرح کی خوشبوئیں بھی استعمال کرتا ہے، صاف لباس پہنتا ہے اور بار بار وضو کرتا ہے۔ قلب کی صفائی کا انحصار رُوح کی صفائی پر ہوتا ہے رُوح اس صورت میں پاک ہوتی ہے جبکہ اس کے اندر پوشیدہ طہارت جو ودیعت کی گئی ہے نمایا ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں قلب بھی صاف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تزکیۂ روح و قلب ذکر و اذکار سے بھی ہوتا ہے سالک کو اسماءِ حسنیٰ کی بار بار تلاوت کرنی چاہیئے اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے۔ اور عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے نیز اصولِ شرع پر عمل کرنا چاہیئے ان اعمال کے بغیر طہارتِ نفس و قلب ناممکن ہے مطہر ہونے کے بعد سالک کو ملائکہ کی دید ہوتی ہے، وہ خوش کن خواب دیکھتا ہے اور ان میں اسے نیک روحوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ طہارت کا عدم، حدث ہوتا ہے۔ جسمانی اور اندرونی حدث، روح و قلب کو پراگندہ کر دیتا ہے ایسے انسان کی روح و قلب تجلیات ربانی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ناپاک شخص شیطانی عنصر کا حامل ہوتا ہے وہ بُرے خواب دیکھتا ہے اور خوف و ہراس کے عالم میں رہتا ہے۔ طاہر شخص حدث میں اضطراب محسوس کرتا ہے طہارت اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ اور وہ اس کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔[3]

عجز بھی بنیادی نیکیوں میں سے ایک ہے اس کا اظہار خوشحالی کے دور میں ہوتا ہے۔ خوشحال شخص دولت و ثروت کے باوجود اگر خود کو عاجز محسوس کرتا ہے تو یہ سعادت ہے اسے خدا کے حضور اسی طرح عجز و انکسار محسوس کرنا چاہیئے جس طرح وہ بادشاہ کے سامنے کرتا ہے۔ عجز و انکساری سے اسے فرشتوں کا قرب حاصل ہوتا ہے۔[4] شاہ ولی اللہ جب بھی قرب کی بات

[1] حجۃ اللہ البالغہ مترجم [2] ایضاً [3] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) صفحہ ۲۰ [4] ایضاً صفحہ ۱۰۱

کرتے ہیں اسے فرشتوں تک محدود رکھتے ہیں۔ اس سے دو نتیجے اخذ کئے جا سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ خدا کے قرب کو سالک کے لئے ناممکن سمجھتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ خدا کی تنزیہہ میں مکمل یقین رکھتے ہیں اور اس کے باعث خدا کے قرب کو ہر ایک کے لئے ممکن نہیں سمجھتے۔ ہمارے خیال میں یہی نتیجہ درست ہے وہ قرب الٰہی کے قائل تو ضرور ہیں۔ لیکن اسے معدودے چند کا حصہ سمجھتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے اس لئے کہ اللہ کا قرب راہ سلوک کی آخری منزل ہے جس پر کم صوفی پہنچتے ہیں اور جو اسے حاصل کر لیتے ہیں وہ عالم سُکر میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہاں خدا اور بندے کے درمیان امتیاز نہیں رہتا۔ صحو کا مقام حاصل کرنے پر یہ فرق پھر سے نمایاں ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ وحدت الوجود کو سُکر کا مقام سمجھتے ہیں اور وحدت الشہود کو صحو کا۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا اسلام مکمل طور پر تارک الدنیا ہونے سے روکتا ہے لیکن مکمل طور پر وہ دنیا میں محو ہو جانے کو بھی پسند نہیں کرتا لہٰذا زیادہ تر صوفیا سماحت کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں سہروردیوں کے علاوہ صوفیوں کے دیگر سلسلوں نے خود کو سیاست سے الگ رکھا گو کہ انہوں نے دنیاوی زندگی سے احتراز نہیں کیا تاہم دنیاوی معاملات سے دلچسپی بھی نہیں رکھی شاہ ولی اللہ بھی اسی قسم کی سماحت کو نیکی خیال کرتے ہیں۔[1]

سماحت کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حصول علم میں معاون ثابت ہوتی ہے اس ضمن میں غزالی کی مثال دی جا سکتی ہے جو مدرسہ نظامیہ بغداد میں کچھ دن درس دینے کے بعد حصولِ علم کے لئے کچھ عرصہ کے لئے تارک الدنیا ہو گئے۔ جستجوئے علم سے مطمئن ہونے کے بعد وہ پھر بغداد لوٹے اور اسی مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ بایں صورت سماحت ان کے لئے حصول علم کا ذریعہ ثابت ہوئی۔[2] صوفیاء کے علاوہ دیگر مذاہب کے سنتوں نے بھی سماحت کو حصول علم کا ذریعہ بنایا ہے مثلاً! بدھا کو اسی ذریعہ سے ہی گیا حاصل ہُوا۔[3]

عدالت کی سعادت کا تعلق انتظامی امور سے ہے۔ ان امور کو رضائے خداوندی کے مطابق انجام دیا جانا چاہئے اپنے ارادہ سے آگاہ کرنے کے لئے خدا ان امور کا علم بذریعہ ملائکہ نازل کرتا ہے۔ یہ نزول ہر شخص پر نہیں ہوتا صرف انہیں لوگوں پر ہوتا ہے جو انتظامی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ نیز یہ کہ خدا اپنے پیغام کو پیغمبروں کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ عدالت کے معنی یہ ہیں کہ منتظم احکامِ الٰہی کے اعتبار سے نظام چلائے شاہ ولی اللہ یہاں افلاطون سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ وہ عدالت کو اعلیٰ ترین سعادت سمجھتا ہے اور صرف فلسفیوں کو ہی اس کا متحمل قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اسی کو شہنشاہیت کے منصب پر مناسب سمجھتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صرف فلسفی کو ہی عدالت کا متحمل نہیں سمجھتے۔ نیز عدالت کو وہ اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے ایک خیال کرتے ہیں، اسی کو اعلیٰ ترین نہیں سمجھتے۔[4]

افلاطون کے تاثر کے یہ معنی نہیں کہ اسلام عدالت کی سعادت سے بحث نہیں کرتا اس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے اور اسلامی فلسفہ سے بھی اپنی کتاب احیاء العلوم میں بھی غزالی نے عدالت پر بحث کی ہے اور اسے اعلیٰ ترین نیکیوں میں تسلیم کیا ہے۔[5]

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۰۱ ج ۲

[2] Umavguadin, M. The ethical Philosohhy of Ghazzali, Aligarb, 1962 P.P50 FB-60

[3] Krishani Radgher Jndian Khilo-sofhy London, 1962, PP 589, 600, 605.

[4] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ لاہور ص ۱۱۰

[5] Plato, "Republic" Ty Bloom, A. New York, 1968 P.P 330D, 354c, 357B (See imoen on Paga 4bi) Umavuddin, M., "The Ethical Philosofhy of Alghazzali, Algarh 1962 - P- 144.

اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ کچھ اور نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تمام نیکیاں اسلامی نظامِ اخلاق میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں سے ایک عقیدۂ توحید ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔ جب وہ اسلام کا سبق پڑھتا ہے تو سب سے پہلے وہ توحید کا اقرار کرتا ہے اس کی تصدیق کلمۂ طیبہ سے ہو جاتی ہے جس میں اللہ کی وحدانیت اور معبودیت کا اقرار کیا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ توحید کے تین مقامات بتاتے ہیں یعنی پہلا مقام وجودی ہے۔ جس کے تحت یقین کیا جاتا ہے کہ وہ وجود صرف ایک ہے اور وہی کائنات میں جاری و ساری ہے دوسرے مقام پر یقین کیا جاتا ہے کہ کائنات کا واحد خالق ہے۔ اور تیسرے مقام پر یقین کیا جاتا ہے کہ خدا اس کائنات کا واحد مصوّر ہے۔ غزالی نے بھی توحید کے تین مقامات بتائے ہیں جن کا تعیّن اقرار کی نوعیت سے ہوتا ہے۔[1]

دوسری نیکی اللہ کی صفات میں عقیدہ ہے۔ ذات وصفات، اسلامی فلسفہ میں متنازعہ فیہ مسئلہ رہا ہے۔ بعض مکاتب ذات وصفات کو یکساں مانتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ذات وصفات نہ یکساں ہیں اور نہ ایک دوسرے سے علیحدہ۔ ذات وصفات کی بنیاد پر ایک گروہ نے خدا کو مجسم و مشبہ خیال کیا۔ شاہ ولی اللہ ان میں سے کسی مکتبِ خیال کی پیروی نہیں کرتے، وہ صفات کو تشبیہات سمجھتے ہیں اور ان کی تفہیم کے لئے شعور و ادراک سے کام لینے کی تلقین کرتے ہیں، نیز وہ صفات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلے حصہ میں وہ صفات شامل ہیں جن کا ادراک ہونا لازمی ہے دوسرے حصہ میں وہ صفات ہیں جن پر سوچنے کی شریعت اجازت دیتی ہے اور تیسرے حصہ میں وہ صفات ہیں جن پر سوچنے کے لئے شریعت نے منع کیا ہے۔ سمیع، بصیر، علیم پہلے حصہ کی صفات ہیں خوشی و فرحت خدا سے منسوب کی جا سکتی ہیں اور دوسرے حصہ کی صفات ہیں غم و اندوہ تیسرے حصہ کی صفات ہیں جن کا خدا پر اطلاق نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس قسم کے خیالات پر شریعت پابندی لگاتی ہے۔ "شاہ ولی اللہ عام لوگوں کی استعداد سے واقف ہیں۔ لہٰذا وہ انہیں ذات وصفات کے مسئلہ پر افہام اور ادراک سے روکتے ہیں۔ تاہم مکمل و پختہ عقیدہ کی تلقین کرتے ہیں۔[2]

شاہ ولی اللہ تقدیر کو بھی اہم نیکی سمجھتے ہیں اس پر عقیدہ رکھنا بھی مسلمان کا فرض خیال کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں تقدیر ازل سے ہی ودیعت کر دی جاتی ہے۔ اس کے پانچ مقامات ہوتے ہیں۔ پہلا مقام صورت کا ہے جس پر عالم امثال میں تخلیق ہونے والی شے کی شکل خلق کی جاتی ہے۔ دوسرا مقام اعداد کا ہے جس پر شے کے اعداد کا تعیّن ہوتا ہے۔ تیسرا مقام آدم اور اولاد آدم کی تخلیق کا ہے اور چوتھا مقام رُوح ڈالنے کا ہے۔ پانچواں مقام عالم جبروت میں ہونے والے واقعات کو عالم ملکوت میں ودیعت کرنا ہے۔ قضا و قدر کے اس عقیدے کے تحت نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ جبر کے قائل ہیں جس کے تحت سب کچھ پہلے ہی سے مقدور کر دیا جاتا ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہ ارادے کو تقدیر سے الگ خیال کرتے ہیں۔ اور انسان کو اسی کی بنیاد پر اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ جبر و قدر پر ان کے خیالات اشاعرہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ بھی ان کی طرح خدا کو تمام اعمال کا خالق تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن عمل کرنا انسان کے ارادے پر مبنی ہے لہٰذا وہ ان اعمال کی تکمیل

---

[1] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ، لاہور ص ۱۲۱-۱۲۲، Umaruddain M., "The Ethical Fhilosofhy of Al Ghazzali, Aligash, 1962 P.P 107-108

[2] شاہ ولی اللہ حجت اللہ البالغہ لاہور ص ۱۲۳-۱۲۴

کا ذمہ دار ہے۔ ارادے میں انسان آزاد ہے لیکن ان کی یہ آزادی مکمل آزادی نہیں، گویا وہ کسی حد تک جبر اور کسی حد تک قدر کے قائل ہیں۔[1]

عبادت بھی ان کے خیال میں عظیم نیکی ہے۔ ان کا یہ عقیدہ مکمل طور پر اسلامی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مسلم مفکرین بھی عبادت کی اہمیت کے قائل ہیں نیز اس مصلحت کے بھی قائل ہیں جس کے تحت انسان پر بندگی واجب ہے۔ شاہ ولی اللہ عبادت کو شریعت کے تزکیہ کے لئے ضروری سمجھتے ہیں نیز بہیمیت کو قابو میں رکھنے اور شریعت پر عمل کرنے کے لئے بھی عبادت لازمی ہے، بایں صورت شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات میں وہ تمام نیکیاں شامل ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ ان پر عمل کرنا صرف صوفیاء کے لئے ہی نہیں عام انسان کے لئے بھی ضروری ہے۔ ان نیکیوں کے علاوہ شاہ ولی اللہ روزہ، نماز حج وزکوٰۃ جہاد، غسل اور وضو وغیرہ کی نیکیاں بھی بیان کرتے ہیں اور ان مصلحتوں کا ذکر کرتے ہیں جو ان میں پوشیدہ ہیں۔[2]

برائی کے بیان میں شاہ ولی اللہ شرک پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ اس کو سب سے بڑی برائی سمجھتے ہیں اور اس کو دور کرنا لازمی خیال کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مساعی مذاہب جن میں اسلام بھی شامل ہے اس برائی پر خصوصی توجہ دیتے ہیں اور سماج سے ایسی برائی کو یکسر ختم کر دینا چاہتے ہیں لیکن اسلام کے علاوہ باقی مذاہب تحریف کے سبب اس برائی کا خاتمہ نہ کر سکے۔ عیسائیت میں جس کا شاہ ولی اللہ نے جا بجا ذکر کیا ہے آج بھی شرک موجود ہے گو کہ عیسائی توحید کے داعی ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ اس لئے درست نہیں خیال کیا جا سکتا کیونکہ وہ توحیدِ ثلاثہ کے قائل ہیں۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نہ صرف پیغمبر ہیں بلکہ خدا کے بیٹے ہیں، اسطرح انہیں فرزند خیال کر کے انہیں ربوبیت میں شامل کر لیتے ہیں اور یہ شرک ہے نیز ان کے خیال کے مطابق روح بھی ربوبیت کا ایک حصہ ہے اسلامی عقیدے کے مطابق یہ شرک ہے لہٰذا شاہ ولی اللہ عیسائیوں کو مشرک خیال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی اسی گناہ کا مرتکب سمجھتے ہیں۔[3]

گناہگار مسلمان اور غیر مسلم کا مرتبہ اسلامی فلسفہ میں اختلاف کی بنیاد رہا ہے۔ اشاعرہ کا مکتب اسی سوال کی بنیاد پر معتزلہ سے الگ ہوا۔[4] اس سوال پر شاہ ولی اللہ کا مسلک اشاعری ہے وہ گناہ گار مسلمان کو غیر مسلم سے الگ سمجھتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے باعث ان کا مرتبہ غیر مسلم سے بلند ہے۔ ان کے خیال میں گنہگار مسلمان اپنے اعمال کی سزا پا کر نجات حاصل کر سکتا ہے لیکن غیر مسلم کے لئے یہ نجات ممکن نہیں۔[5]

سزا و جزا کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ اشعری مسلک ہی اختیار کرتے ہیں خدا مختار کل ہے، اس کے اختیارات کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا معتزلہ کا یہ خیال کہ خدا کو نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا دینا ہی ہے، غلط ہے۔ اس میں اس کے اختیارات محدود ہوتے ہیں۔ اشاعرہ کے خیال کے مطابق نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا اس نے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن وہ اس کے خلاف بھی کر سکتا ہے نیز شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ جزا فرحت و انبساط کے مترادف ہے جو نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور سزا ذہنی کرب کے مترادف ہے .... اس میں انسان گناہ کے باعث ملوث ہوتا ہے نیز شاہ ولی اللہ

[1] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۵ تا ۱۳۰ [2] ایضاً ص ۱۴۴-۱۴۵ [3] شاہ ولی اللہ ص ۱۵۱

4- WATI. M. JAI FORMATIVE PERIOD OF ISLAMIC THOUGHT, EDINBARGH 1973, P. 209.

5- شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ، لاہور ص ۵۲-۵۳

سمجھتے ہیں کہ انسان فطری اعتبار سے نیک ہے، اس کی ذات میں لطیفۂ نورانی مخفی ہے اگر وہ نیکی کرتا ہے تو اپنی فطرت کو مطمئن کرتا ہے، اس لطیفہ کو جلا حاصل ہوتی ہے اور یہی اس کی جزا ہے۔ بدی کرنے کی صورت میں وہ غیر فطری عمل کرتا ہے اور ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے سزا ہے یعنی جزا فرحت وانبساط اور اور سزا کرب وبلا کے مترادف ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ گناہ انسان کے کردار کو خراب کر دیتا ہے۔ اس خرابی کے سماج میں پراگندگی ہوتی ہے جس کا اثر اس پر بھی پڑتا ہے بایں صورت جزا سماج کی خوشحالی اور سزا پراگندگی کے مترادف ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ کی اخلاقیات بنیادی اعتبار سے FORMALISTIC ہے جس کے تحت نتیجہ پر نہیں، مقصد یا نیت پر زور دیا جاتا ہے۔ عام طور سے مذاہب میں اخلاقیات کی یہی شکل ہوتی ہے۔ عیسائیت جس کی اخلاقیات میں دیگر نظریات بھی شامل ہو گئے ہیں۔ دراصل اسی قسم کی اخلاقیات کی حامل ہے۔ ہندو مت میں بھی یہ نظریۂ اخلاق بالخصوص گیتا میں موجود ہے۔ اسلام بھی اسی نظریۂ اخلاق کی تائید کرتا ہے لیکن اسلامی نظریۂ اخلاق میں نہ صرف عیسائیت کی نرمی ہی نہیں شریعت موسوی کی سختی بھی موجود ہے۔ اسلام مکمل عدل پر یقین رکھتا ہے اور عدل میں نرمی وسختی بہ اعتبار جز شامل ہیں۔ نیز اسلام، عیسائیت کی طرح انسان کو پیدائشی اعتبار سے گنہگار نہیں سمجھتا بلکہ وہ بہ اعتبار فطرت نیک پیدا ہوتا ہے، اس کا اثبات اس آیت سے ہوتا ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ط فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔[2]

کیا میں تمہارا پروردگار نہیں سب نے کہا! ہاں بے شک تو ہمارا پروردگار ہے۔ سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپ کو دین پر سیدھا قائم رکھ! وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کے بنائے ہیں بدلنا نہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ "ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں و باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح ہر جانور کا بچہ اصل میں صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے، وہ کن کٹا نہیں پیدا ہوتا۔[3]

مختصراً اسلام کی اخلاقیات FORMALISTIC ہونے کے باوجود دوسرے مذاہب سے مختلف ہے۔ اسلام آخری مذہب ہونے کے باعث تمام نظریہ ہائے اخلاق کو اپنی اخلاقیات میں یکجا کر لیتا ہے۔ اس کی فرحت و انبساط کو بھی اہمیت حاصل ہے اور عقل و وجدان کو بھی تاہم نیت پر یا مقصد پر خصوصی زور دیا گیا اور اسی لئے اس کی اخلاقیات FORMALISTIC ہے۔

شاہ ولی اللہ کے اخلاقیات میں وہ تمام اجزاء موجود ہیں جو اسلامی اخلاقیات کا خاصہ ہیں۔ شاہ ولی اللہ اپنے ہی اعمال کو نیکی خیال کرتے ہیں جن کا تعلق انسان کی فطرت سے ہے۔ یہ عمل اس لئے نیک ہے کیونکہ انسان بہ اعتبار فطرت نیک ہے۔ صوفی ہونے کے باعث شاہ ولی اللہ جا بجا ملکی و بہیمی رجحانات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کی اخلاقیات میں ملکیت میں ابھارنے اور بہیمیت کو کمزور کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ عام طور پر اسلامی مفکرین انسان میں دو رجحانات یعنی ملکیت اور بہیمیت پر یقین رکھتے ہیں۔ غزالی انسان

(باقی ۶ پر)

[1] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ لاہور ص ۵۲ تا ۵۳ [2] قرآن آیت ۳۰

[3] صحیح بخاری و مسلم، کتاب الایمان - سیرت النبی ص ۶۹

ترتیب: ظہیر میر

شب و روز

۱۲۔ نومبر: بروز جمعۃ المبارک حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے حسب معمول جامع مسجد شیرانوالہ میں نماز جمعہ پڑھائی اور خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد نماز عصر تک احباب کے مسائل سن کر اُن کی تسلی و تشفی فرمائی اور بخیر و خوبی رخصت فرمایا۔

اسی شام حضرت اقدس دریائے راوی کے قریب ایک بستی فرخ آباد میں نئی تعمیر شدہ الہلال جامع مسجد کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ مسجد حضرت اقدس کے استاد محترم پروفیسر علامہ نورالحسن صاحب (اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی) نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی ہے۔ تعمیر مسجد کے تمام اخراجات ایک صاحب ثروت، نیک سیرت انسان نے اُٹھائے ہیں یہ صاحب بھی حضرت اقدس کے تعلق والوں میں سے ہیں۔ نماز مغرب حضرت اقدس کی اقتداء میں ادا کی گئی اور نماز کے بعد حضرت اقدس نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ حضرت اقدس نے علامہ صاحب اور ان کے مرحوم و مغفور والد بزرگوار حضرت مولانا امام غزالیؒ کی علمی و تدریسی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آخر میں ان کے مرحوم والدین کے لئے دعائے مغفرت اور علامہ صاحب کی ترقی درجات کی دُعا فرمائی۔

حضرت علامہ نورالحسن صاحب گذشتہ بیس سالوں سے جامع مسجد انار کلی (مولانا ابراہیمؒ والی) میں بعد مغرب درس قرآن دیتے ہیں۔ اُن کی محنت اور کوشش کے نتیجہ میں بیشتر افراد کی زندگیوں کے نقشے ہی بدل گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علامہ صاحب کو مکمل صحت کے ساتھ دین مبین کی ترویج و اشاعت کے لئے ہمارے سروں پر تا دیر سلامت رکھیں (آمین)

عشاء کی نماز بھی اسی مسجد میں حضرت اقدس کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ نماز عشاء سے قبل مولانا سعیدالرحمٰن علوی صاحب نے نہایت مدلل اور پُرمغز خطاب فرمایا۔ نماز کے بعد تمام حاضرین مجلس کو علامہ صاحب نے اپنے گھر میں جو انہوں نے اس مسجد کے بالمقابل ہی تعمیر کیا ہے، کھانے میں شریک کیا۔ دُور دراز سے لوگ اس روحانی مجلس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اسی تقریب کی پوری رپورٹ اور حضرت اقدس کا خطاب خدام الدین میں علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے۔

۱۷۔ نومبر: بروز ہفتہ مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب بذریعہ کوئٹہ ایکسپریس شکارپور (سندھ) بسلسلہ دورہ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ روانہ ہو گئے۔ وہاں انہوں نے اپنے سہ روزہ تنظیمی اور تبلیغی دورے میں ہالیجی شریف، امروٹ شریف، بائیجی شریف تھریچانی میں بزرگوں سے ملاقات کی۔ اور مختلف جلسوں اور ورکروں کے تنظیمی اجتماعات سے خطاب کیا۔ میاں صاحب کے دورے کی مفصل رپورٹ آئندہ اشاعت میں شائع کی جا رہی ہے۔

۲۰۔ نومبر: بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں محدث کبیر بخاری عصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے صاحبزادے شیخ الحدیث حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ العالی تشریف لائے۔ حضرت مولانا کے ہمراہ اُن کے داماد اور حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامعہ اشرفیہ اور دوسرے احباب بھی تھے۔ نماز عشاء کے بعد ان حضرات نے حضرت اقدس کے ساتھ کھانے میں شرکت فرمائی اور رات گئے تک مختلف علمی و دینی موضوعات پر سلسلہ

گفتگو جاری رہا۔ منظر دیدنی تھا۔

حضرت اقدس کی دائیں جانب حضرت مولانا انظر شاہ صاحب، اُن کے داماد اور جامعہ اشرفیہ کے قاری نثار احمد صاحب عثمانی تھے اور بائیں جانب حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور دوسرے احباب موجود تھے۔ حضرت اقدس نے دورانِ گفتگو اپنے نام کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میرا نام عبیداللہ بطور تفاؤل مولانا سندھیؒ کے نام پر تجویز فرمایا تاکہ یہ بھی خادم قرآن حکیم اور مجاہد فی سبیل اللہ بن سکے لیکن اس وقت یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے مولانا سندھیؒ کا کابل جانا تحریک ہجرت کی بنیاد بن جائے گا چنانچہ مہاجرین کے ایک قافلہ کے امیر کی حیثیت سے نہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ بلکہ پورے گھرانے کو جب کابل منتقل ہونا پڑا تو مولانا سندھیؒ کے پوچھنے پر میری والدہؒ نے بتایا کہ اس کا نام آپ کے نام پر رکھا گیا ہے تاکہ اسے بھی خدا تعالیٰ آپ کی طرح علم دین سے نوازے۔ اس موقعہ پر مولانا سندھیؒ نے فرمایا جب تک ہم دیوبند میں تھے تو ہمارا خیال تھا کہ ہماری جماعت میں علوم اسلامیہ بالخصوص علوم حدیث میں حق تعالیٰ نے مولانا محمد انور شاہ کو سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے لیکن اب عالم اسلام کے حالات معلوم ہونے کے بعد ہماری رائے یہ ہے کہ آج علوم دینیہ میں مولانا سید محمد انور شاہؒ کی نظیر نہیں ہے لہٰذا اس کا نام مولانا انور شاہ صاحب کے نام پر رکھنا بہتر ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باری تعالیٰ نے اس دور بے ادبی میں عقیدت، ادب، اطاعت کا پیکر حسین بنایا تھا انہوں نے اپنے محسن اور استاد کا یہ ارشاد، دل سے قبول کر لیا لیکن سرکاری کاغذات میں اندراج ہو چکا تھا جس کی تبدیلی اتنی آسان نہیں لہٰذا مشورہ کے بعد میرا نام عبیداللہ انور رکھا گیا۔ اور گھر میں مجھے انور کے نام سے ہی پکارتے تھے۔ چنانچہ میرے نام کا پہلا حصہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے نام پر اور انور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس کے حضرت اقدس نے بے شمار واقعات سُنائے۔

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب نے بھی بہت سے واقعات سُنائے اور فرمایا کہ میں تقریباً بیس سال بعد یہاں آیا ہوں۔ مجھے یہاں آ کر بہت خوشی ہوئی ہے اور ہم اسے اپنا ہی گھر سمجھتے ہیں۔ حضرت اقدس نے انہیں اپنی طرف سے بعض تحائف اور سُرمہ جس میں روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غبار شفا شامل ہے مولانا انظر شاہ صاحب کو عنایت فرمائے۔

۲۲۔ نومبر: بروز پیر بعد نماز مغرب شیخ التفسیرؒ ہال جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں انجمن خدام الدین کی طرف سے ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ لیکچر کا عنوان تھا "اسلام کا اقتصادی نظام اور پاکستانی معیشت"۔ حضرت مولانا محمد متین ہاشمی ریسرچ سکالر دیال سنگھ لائبریری لاہور نے اس موضوع پر نہایت ہی مدلل خطاب فرمایا۔ اس لیکچر میں لاہور کی مختلف یونیورسٹیوں، کالجوں اور دینی مدارس کے طلباء نے شرکت کی۔ لیکچرز کا یہ سلسلہ مستقل طور پر شروع کر دیا گیا ہے اور ہر پندرہ روز کے بعد شیخ التفسیرؒ ہال میں لیکچر کا اہتمام کیا جائے گا۔ محترم مولانا متین ہاشمی صاحب نے اس لیکچر ہو جن خیالات کا اظہار کیا۔ اُسے تحریری شکل میں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ اُن کے آئندہ لیکچر سے پہلے یہ تحریری شکل میں لوگوں کے پاس پہنچ سکے۔ لیکچر کے اس سلسلہ کو عوامی حلقوں میں بہت سراہا گیا ہے۔ اُمید ہے یہ سلسلہ خصوصاً طلباء کے لئے بہت مفید رہے گا۔ مولانا متین ہاشمی کی تقریر کے بعد علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے بھی تقریباً پندرہ بیس منٹ اسی موضوع پر نہایت پُرمغز اور مدلل خطاب فرمایا۔

۲۴۔ نومبر بروز بدھ: مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب محترم میاں محمد صادق صاحب ناظم اعلیٰ انجمن خدام الدین کے ہمراہ شکرگڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں نماز

مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد کرائی۔ اردگرد کے دیہات سے بے شمار لوگوں نے اس بابرکت مجلس میں شرکت کی۔ میاں صاحب نے مجلس ذکر کے بعد حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا۔ اور لوگوں کی شکایات سن کر انہیں نیک مشوروں سے نوازا۔

۲۵۔ نومبر بروز جمعرات: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے جامع مسجد شیرانوالہ میں مجلس ذکر منعقد کرائی اور نماز عشاء کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں کی شکایات سن کر ان کی تسلی و تشفی فرمائی۔

۲۶۔ نومبر بروز جمعۃ المبارک: جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں حضرت اقدس نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کے بعد لوگوں کے مسائل سننے اور ہدایات سے نوازا۔

۲۷۔ نومبر بروز ہفتہ: بعد نماز مغرب علماء کرام کا ایک وفد جن کا تعلق نشاد کالونی لاہور سے تھا۔ مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب سے ملنے کے لئے شیرانوالہ آیا۔ ان میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دھرمپورہ والے بھی تھے۔ یہ وفد جامع مسجد ربانی نشاط کالونی کے سلسلہ میں حاضر ہوا تھا۔ اس مسجد کی تعمیر جاری ہے۔ گذشتہ دنوں حضرت میاں اجمل صاحب نے اس مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ مسجد انجمن خدام الدین کے زیر انتظام کام کرے گی۔ مسجد کے لئے جگہ ایک ریٹائرڈ کرنل جناب نواب صاحب نے مرحمت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ انہیں دین اور دنیا کی سرفرازیوں سے ہمکنار فرمائے (آمین)

۲۸۔ نومبر بروز اتوار: حضرت اقدس بعد نماز عصر شالامار ٹاؤن لاہور میں تشریف لے گئے۔ وہاں جامعہ اسلامیہ شالامار ٹاؤن میں جناب مولانا حاجی کمال الدین صاحب سے ملاقات فرمائی حاجی کمال الدین صاحب کا روحانی تعلق حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ سے ہے اس علاقہ میں وہ ایک عرصے سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ حاجی کمال الدین صاحب جب حضرت اقدس سے گلے ملے۔ تو فرط جذبات میں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ وہ حضرت لاہوریؒ کے درس قرآن میں ہمیشہ آتے تھے۔ ایک روز حضرت سے عرض کی کہ آپ میرے بچوں کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ انہیں دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ بہت کم لوگ ہیں جو دین کے لئے میرے پاس آتے ہیں۔ اکثر دنیا داری کے چکر میں ہی آتے ہیں۔ حاجی کمال الدین کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا سیف اللہ اکرم صاحب بھی دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں مدرسہ کا انتظام و انصرام بھی انہی کے ذمہ ہیں۔ مولانا سیف اللہ اکرم نے عمران اکیڈمی کے نام سے دینی کتب کی اشاعت کے لئے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہوا ہے۔ ماشاء اللہ اس ادارے سے کئی اہم موضوعات پر پمفلٹ اور کتب شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت اقدس نے اکیڈمی کے لئے بطور تبرک ایک سو روپے بھی عنایت فرمائے اور بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ ازاں بعد حضرت اقدس بابا ابوبکر صاحب جو کہ حضرت کے پرانے تعلق داروں میں سے ہیں، کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں دعا فرمائی اور بہت سی قیمتی نوازشات سے نوازا، اس کے بعد محترم بشیر احمد صاحب چوہان جو انجمن خدام الدین کے ناظم بھی ہیں، کے گھر جانا ہوا وہاں ان کا پولٹری فارم دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور بہت سی دعائیں دیں ان کے ایک بیٹے کی دکان اور ان کے عزیز کے مکان پر جا کر بطور خاص دعا کی۔ محترم چوہان ایک لمبے عرصہ سے انجمن کے مختلف رفاہی کاموں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ سے نوازے اور ان فرائض کی بجا آوری کی توفیق نصیب فرمائے۔

اسی روز بعد عشاء مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں مولانا محمد امین صفدر (اوکاڑہ) نے حضرت اقدس سے ملاقات فرمائی۔ مولانا موصوف کے ہمراہ مولانا عبدالحق خان بشیر برادر اصغر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب بھی تھے۔ دیر تک حضرت اقدس سے بات چیت ہوتی رہی۔

حضرت اقدس نے مولانا امین صفدر صاحب کو اسباق بھی دئے ان کی بیعت کا تعلق حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور دوسری ضروری جماعتی ہدایات سے بھی نوازا۔

اسی روز بعد نماز عشا چھوٹی جامع مسجد شیرانوالہ میں تنظیم نوجوان اہلسنت والجماعت شیرانوالہ گیٹ کے زیر اہتمام ایک تقریب زیر صدارت مولانا محمد اجمل قادری منعقد ہوئی۔ شیرانوالہ گیٹ کے چند صالح نوجوانوں نے اپنے ہی حلقے میں نوجوانوں کی ذہنی اصلاح اور دینی تربیت کے لئے کام شروع کیا ہے۔ چنانچہ شیرانوالہ گیٹ کے ایک باسعادت اور نیک سیرت نوجوان جناب عبدالرؤف کو اس تنظیم کا کنوینر مقرر کیا ہے۔ عبدالرؤف صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ انہوں نے بہت مختصر وقت میں اچھے خاصے نوجوانوں کی ایک جماعت قائم کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب عبدالرؤف کی صلاحیتوں کو مزید اجاگر فرمائے انہیں دین اور دنیا کی سرفرازیاں نصیب فرمائے۔ (آمین) چنانچہ اس تقریب سے تنظیم نوجوانان اہلسنت والجماعت پاکستان کے امیر جناب حافظ عبدالواحد صاحب نے خطاب کرتے ہوئے نہایت قرینے اور سلیقے سے اپنی تنظیم کا تعارف کرایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نوجوانوں کی صحیح اصلاح کے لئے کام کر رہے ہیں تاکہ یہ نوجوان نسل آنے والے حالات میں ملک و قوم کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔ اجلاس کے اختتام پر صاحبزادہ مکرم جناب مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے دعائے خیر فرمائی۔ صاحبزادہ مکرم جناب میاں محمد اکمل قادری صاحب جو آج کل لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے تمام شرکائے مجلس کی چائے اور شیرینی سے تواضع کی۔

۲۹۔ نومبر بروز پیر: راولپنڈی سے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضرت اقدس سے بعد ظہر مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ملاقات کی۔ اس ملاقات میں حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی اور جناب میاں محمد عارف ایڈوکیٹ بھی شریک ہوئے۔ جماعتی امور پر بالتفصیل گفتگو ہوئی۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور جنرل سیکرٹری کل عالم جمعیۃ علماء اسلام ۲۵، دسمبر کو راولپنڈی تشریف لے جائیں گے۔ اور ۲۶ر دسمبر کو پشاور میں صوبہ سرحد کی جمعیۃ علماء السلام کے کارکنوں کے ایک بہت بڑے کنونشن سے خطاب فرمائیں گے۔

اسی روز بعد نماز عشا مولانا محمد رفیق صاحب جامی فیصل آباد نے حضرت اقدس سے ملاقات کی۔

اسی روز بعد نماز عشا تنظیم اہلسنت والجماعت کے زیر اہتمام جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں یک ماہی قرآنی ترجمہ کلاس کا شاندار افتتاح ہوا۔ جیسے کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ تنظیم حلقہ شیرانوالہ کے نوجوانوں کی دینی اور ذہنی تربیت کے لئے قائم کی گئی۔ محترم میاں اجمل قادری صاحب اور محترم جناب ملک الطاف صاحب ان نوجوانوں کی سرپرستی اور تعاون فرما رہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو صحت کاملہ عاجلہ کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھیں (آمین) یک ماہی قرآنی ترجمہ کلاس میں قرآن عزیز کے اہم مضامین کا خلاصہ استاذ العلماء حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی پڑھائیں گے اور کلاس کے اختتام پر طلباء کو باقاعدہ اسناد جاری کی جائیں گی۔ حضرت اقدس نے اس یک ماہی قرآن عزیز کی کلاس کا افتتاح فرمایا ہے۔ حضرت اقدس نے سورۃ فاتحہ کی تشریح بڑے مدلل ترتیب سے فرمائی۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی یہ تقریر بھی علیحدہ شائع کی جا رہی ہے۔ حضرت اقدس کی تقریر سے پہلے حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب نے اس کلاس کی غرض و غایت بیان فرماتے ہوئے طلباء اور نوجوانوں کو نصیحت کی کہ وہ اس قیمتی موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس کلاس کو کامیاب بنائیں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی دعائے خیر سے یہ روحانی اور علمی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

ادھر مدرسہ البنات میں بھی تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے۔ شیخ التفسیرؒ ہال بھی مکمل ہو چکا ہے۔ اور اس میں باقاعدہ تقاریب منعقد ہو [illegible]

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے !! (مدیر)

مکالماتِ نبوی

از مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہرویؒ
قیمت : -/۱۸ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ نذیریہ، جامع مسجد قبا چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

مولانا ابو یحیٰی خاں مرحوم قریبی دور کے ستھرا ذوق رکھنے والے اہل قلم تھے۔ انہوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں اور اب سے سولہ برس قبل جب اپنے رب کے پاس لوٹ گئے تو متعدد کتابیں چھوڑ کر گئے۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق برابر فائدہ اٹھا رہی ہے۔ مرحوم کی متعدد تصنیفات میں زیر تبصرہ کتاب کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ کے سیاسی نظریے بھی ہے جس میں آپ کے طرز حکومت پر موصوف نے بڑی شگفتگی سے روشنی ڈالی ہے۔ اور زیر تبصرہ کتاب کی طرح اسے بھی مکتبہ نذیریہ نے چھاپنے کی سعادت حاصل کی ہے (جو اب دستیاب ہے) نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے متنوع گوشوں میں سے ایک گوشہ یہ بھی ہے جسے فاضل مؤلف نے مکالمات نبوی کا نام دیا ہے ـــــ مختلف مواقع پر جو وفود اور اشخاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ان سے کیا گفتگو ہوتی۔ یہ تفصیلات احادیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ موصوف نے ہزارہا صفحات کے مطالعہ کے بعد ان تمام گفتگوؤں کو جمع کرکے ایک حسین گلدستہ تیار کر دیا ہے۔ جو افراد امت کے ساتھ دوسرے اہل علم و ذوق کے لئے بھی ایک معرکہ کی چیز ہے۔ ان مکالمات میں تعلیم نبوی کے کتنے ہی پہلو آپ کو مل جائیں گے جن سے آپ اپنی زندگیاں سنوار سکتے ہیں ـــــ مکتبہ نذیریہ کے مالکان اس کتاب کی اشاعت پر مستحق شکریہ ہیں۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے رسائل

چار رسائل ہمارے سامنے ہیں۔ حقیقت تصوّف، نیک صحبت کی ضرورت، خدا کا آخری پیغام اور نیک خاوند و نیک بیوی۔ پہلے دونوں اور آخری رسائل حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے افادات پر مشتمل ہیں تو تیسرا رسالہ آپ کے خلیفہ سید سلیمان ندوی کا ہے۔

حضرت تھانوی واقعی صحیح معنوں میں مصلح، حکیم اور مجدد تھے تصوف جس کا قرآنی نام تزکیہ اور حدیثی نام احسان ہے وہ ہر انسان کی ناگزیر ضرورت ہے کہ اس کے بغیر صحیح نیت نصیب نہیں ہو سکتی جو بقول حضرت گنگوہی و حضرت دیئنپوری قدس سرھما اس کی روح ہے۔ لوگوں نے اس معاملہ میں جو افراط و تفریط کر رکھی ہے اس کے ازالہ کے لئے حقیقت تصوّف بڑی کارگر چیز ہے جسے حضرت کے افادات کی روشنی میں آپ کے خادم مولانا محمد یاسین الہ آبادی نے ترتیب دیا۔ یہ قابل قدر رسالہ نصف صدی کے بعد ملتان سے شائع ہوا ہے ـــــ دوسرا رسالہ حضرت کی آج سے ۷۲ برس قبل گنگوہ شریف کی ایک تقریر پر

مشتمل ہے، صحبت کے اثرات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ رسالہ آپ کو بتلائے گا کہ کون سی صحبت تریاق و نافع ہے۔

خدا کا آخری پیغام سید صاحب کے معجزنما قلم کا شاہکار ہے۔ اللہ تعالےٰ کے آخری دین و پیغام ہدایت کی جامعیت و کاملیت کا پتہ چلے گا اور معاندین کی غلط فہمیوں کا اس سے خوب خوب ازالہ ہوگا۔

آخری رسالہ حضرت تھانویؒ کے افادات کی روشنی میں محترم صوفی محمد اقبال صاحب قریشی ہارون آباد نے مرتب کیا ہے۔ صوفی صاحب کو اکابر اہل اللہ کی تحریرات و مضامین عالیہ کی تسہیل اور ان کا مغز و نچوڑ نکالنے کا خاص ڈھنگ ہے اور اس رسالہ میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے ـــــ ادارہ تالیفات اشرفیہ پوسٹ بکس ۴۳۰ ریلوے روڈ ملتان نے ان رسائل کو بڑی خوبصورتی سے چھاپا ہے جس پر وہ مستحق تبریک ہیں ـــــ قیمت علی الترتیب -/۲، -/۲، -/۲، اور ۵/۲۵ ہے اس دور الحاد و زندقہ میں اس قسم کے اصلاحی رسائل بڑے کارگر اور مفید ہیں۔ مخیّر حضرات کو چاہئے کہ انہیں بکثرت خرید کر تقسیم کرائیں۔

قرآنی دستورِ انقلاب

حضرت امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن عزیز کی خدمت میں کھپا دی۔ سندھ کے ریگزاروں کے بعد کابل، ماسکو، اٹلی اور آخر میں مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً میں ایک طویل عرصہ تک آپ نے اس کتاب کی تعلیمات عالیہ کو پھیلایا ان گنت لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور متعدد نے نوٹس لئے۔ افسوس یہ ہے کہ آج تک آپ کے حوالہ سے قرآن عزیز کی مکمل تفسیر نہ چھپ سکی جزوی طور پر بعض چیزیں شائع ہوئیں تو اس میں ناشرین نے مالی منفعت کا زیادہ خیال کیا جبکہ باقی ہر چیز نظر انداز کر دی۔ اب اللہ تعالےٰ نے ایک ایسے شخص کے دل میں یہ بات ڈالی جس کے متعلق عام حالات میں اس قسم کے علمی کام کا تصوّر مشکل ہے لیکن اس بندہ خدا نے اپنی وسیع تر منصبی ذمہ داریوں کے باوصف مولانا کی تفسیر کو ایڈٹ کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اسی پر انہیں سندھ یونیورسٹی سے پی، ایچ ڈی کی ڈگری ملی۔ وہ تفسیر عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ جب وہ سامنے آئے گی تو مولانا کے سلسلہ میں جملہ اعتراضات ختم ہو جائیں گے اور متلاشیانِ حقیقت کے ہاتھ میں ایک زبردست تفسیر آ جائے گی ـــــ فی الوقت آپ مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ ۱۷ اردو بازار لاہور کی شائع شدہ زیر تبصرہ کتاب پڑھیں۔ جو مولانا کے اپنے قلم کا شاہکار ہے۔ یہ کتاب مکی دور رسالت کی ابتدائی سورتوں مزمّل و مدثر کی تفسیر ہے۔ جو مولانا نے وسیع تر تجربات کے بعد اپنی ۲۵ سالہ جلا وطنی سے واپسی پر لکھی ـــــ قرآن کے ذوق انقلاب کی عظیم جھلک اس میں نظر آئے گی۔ قیمت -/۱۵ روپے

الزبیر کا بہاولپور نمبر

بہاولپور کے مشہور سہ ماہی رسالہ الزبیر کا ضخیم بہاولپور نمبر ہمارے سامنے ہے جس میں اس ریاست سے متعلق معلومات کا وسیع ذخیرہ فراہم کیا گیا ہے۔ بہاولپور کی جغرافیائی اہمیت، تاریخی مد و جزر، اس میں آباد قومیں اور قبیلوں پر تحقیقی مضامین کے ساتھ ساتھ "تاثرات و مشاہدات" کے عنوان سے سات مضامین شامل کئے گئے ہیں جو معروف اہل علم و قلم نے لکھے اور اپنی یادوں کے حوالہ سے اس خطہ کی تہذیب و ثقافت پر روشنی ڈالی ـــــ پھر

"ادب وصحافت" کا نمبر ہے۔ اس میں ۶ مضامین ہیں اس میں ادب کے ارتقار پر بحث ہے۔ ادبی محافل پر گفتگو ہے، ایک صدی کی صحافت کا تذکرہ ہے پھر ریاست کے پہلے ادبی جریدے کتب خانوں اور سنٹرل لائبریری کے حوالہ سے چند نادر اخبارات کی تصویر ہے۔ اس کے بعد بہاولپور کے آثار وباقیات کے ضمن میں اوبح شریف، تین منارا، شاہی محلات، قبرستان ملوک شاہ اور چولستان کی تاریخ پر گفتگو ہے۔ پھر تعلیم کے حوالہ سے تفصیلی سرگزشت اور اسلامی یونیورسٹی نیز میڈیکل کالج کا تعارف ہے اور اسی ضمن میں ۱۹۴۰ء، ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۶ء کے تعلیمی خطبات ہیں یہ خطبات علامہ سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین اور ڈاکٹر ذاکر حسین مرحومین جیسے دیدہ ور لوگوں کے قلم سے ہیں۔ ایجرٹن کالج میں یہ خطبات دئے گئے اور آج ان کی افادیت مسلّم ہے — پھر روحانی فرمانرداؤں، سپاہ اور کلاسیکی موسیقی کا ذکر ہے تو آخر میں ترقیاتی جائزہ بڑی تفصیل سے مرتّب کیا گیا ہے۔

بہر حال بہاولپور سے متعلق یہ معرکہ کی چیز ہے۔ چودھری محمد شریف صاحب کمشنر جو ادارہ کے سرپرست ہیں ان کی فیاضی اور مسعود حسن شہاب صاحب ایڈیٹر کی محنت قابل داد ہے ۲۵/- روپے میں یہ رسالہ اردو اکیڈمی بہاولپور سے مل سکتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از دولۃ الکویت
22/11/82

محترم المقام جناب حضرت میاں محمد اجمل قادری صاحب

السلام علیکم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجلس ذکر کا پروگرام بہت کامیاب رہا اور اب دوسرا پروگرام انشاء اللہ دسمبر کے پہلے جمعے کو شہر میں جناب احمد علی سرا(؟) صاحب کی رہائش پر رکھا ہے۔

حضرت اقدس سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں۔ کہ آپ بفضل خدا بخیریت ہوں گے۔ شب و روز آپ کی قربت چاہتا ہوں۔

میری طرف سے تمام احباب اکرام کی خدمت میں سلام قبول ہو۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج

زاہد جاوید۔ بکس نمبر 23550 الصفات دولۃ الکویت

بچوں کا صفحہ

مرتب: جنید شہزاد

محنت کی روٹی

پیارے بچو! حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی نے حاتم طائی سے پوچھا۔ کیا تو نے دنیا میں اپنے سے زیادہ کسی کو باہمت پایا ہے۔ حاتم نے کہا کہ میں نے ایک دن چالیس اونٹ قربان کئے تھے اور امرائے عرب کی دعوت کی تھی۔ اس دن میں جنگل میں کسی ضرورت سے جا رہا تھا وہاں میں نے ایک لکڑہارے کو دیکھا جو سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے جا رہا تھا میں نے اُسے روک کر پوچھا تو حاتم طائی کی دعوت میں کیوں نہیں جاتا۔ وہاں ساری خلقت جمع ہے۔

لکڑہارے نے جواب دیا۔ جو کوئی اپنی محنت سے روٹی حاصل کر سکتا ہے اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ حاتم کا احسان اٹھائے۔

پس مجھے انصاف سے کہنا پڑتا ہے کہ میں نے اسے ہمت اور جوانمردی میں سب سے زیادہ پایا۔

دیانت کا تقاضا

پیارے بچو! حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیانتداری کا واقعہ بظاہر معمولی نوعیت کا ہے لیکن غور کیا جائے تو اس کے دور رس نتائج نکلتے ہیں — ایک دفعہ آپؒ نے حفص بن عبدالرحمن کو کچھ کپڑا فروخت کرنے کے لئے بھیجا اور نقصان کے بارے میں آگاہ کیا کہ اس میں فلاں نقص ہے لہذا گاہک کو پہلے بتا دینا۔ اتفاقاً جناب حفصی گاہک کو وہ نقص بتانا بھول گئے۔ جب واپس آئے تو آپ نے اس نقصان کے بارے میں پوچھا تو جناب حفصی نے بتایا کہ میں بھول گیا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ گاہک کو پہچانتے ہو؟ مگر وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے — لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ اس مال کی تمام کمائی جو تقریباً انیس ہزار تھی۔ تقسیم کر دو۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

دلوں کی اصلاح

پیارے بچو! حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ اپنے قلوب کی اصلاح کرو۔ کیونکہ دلوں کے سدھرنے پر ہر چیز کا سدھرنا موقوف ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن آدم کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ سدھر جاتا ہے تو سارا بدن سدھر جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ یہ ٹکڑا دل ہے۔ دل کی اصلاح تقوےٰ، اللہ پر توکل، توحید اور اعمال میں اخلاص پر موقوف ہے۔ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرو پھر دوسروں کو اس کی نصیحت کرو۔ کیونکہ جب تک آدمی خود عمل نہ کرے دوسروں پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔

منظور شدہ: ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۹/۲۷۶۷-۲۰۹ D.D. مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.۲۴۲/۲۰-۱۵۴۱۰ مورخہ ۳ جون ۶۷ء

مطبوعاتِ انجمن خدّام الدّین لاہور

* ——— مردِ مومن ——————————————— ۲۲/۵۰ روپے

* ——— خطبات جمعہ ——————— دس حصے ——————— فی حصہ -/۵ ″

* مجالس ذکر حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ ——— دس حصے ——— فی حصہ -/۵ ″

* ——— اسلامی تعلیمات حضرت مولانا عبیداللہ انور کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ ——— ہدیہ ——— -/۲۴ ″

* ——— ملفوظات طیبات حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دلآویز گلدستہ ——— ″ ——— ۱۰/۲۵ ″

* ——— گلدستہ صد احادیث نبویؐ ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ ——— ″ ——— ۱/۰۰ ″

* خلاصۃ المشکوٰۃ مشکوٰۃ کا خلاصہ حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار ——— ″ ——— -/۵ ″

* ——— اصلی حنفیت مذہب حنفی کی سچی تصویر حضرت لاہوریؒ کے قلم سے ″ ——— -/۱ ″

* ——— مقصد قرآن از حضرت لاہوریؒ ——————— ″ ——— -/۱ ″

* ——— ضرورۃ القرآن از حضرت لاہوریؒ ——————— ″ ——— -/۱ ″

* ——— خدام الدین حضرت لاہوریؒ نمبر ——————— ″ ——— -/۲۵ ″

* ——— رسائل کاسیٹ دو جلد ——— فی جلد -/۱۰ روپے، یکمشت دونوں حصے منگوانے پر -/۱۸ ″

ہر قسم کی دینی کتب منگوائیے۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ آرڈر کے ساتھ نصف رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ضرور بھیجیے

المعلن: ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور